تعزیر با لمال
کی شرعی حیثیت

مولانا مفتی منظور احمد فیصل آباد

یہ مقالہ درج ذیل عنوانات پر مشتمل ہے۔

1 ...... تعزیر کی تعریف۔

2 ...... تعزیر کا ثبوت۔

3 ...... تعزیر کا اختیار۔

4 ...... فقہ حنفی میں مانعین کی عبارات۔

5 ...... مجوزین کی عبارات۔

6 ...... اخذ مال کی جواز کیلئے ایک حیلہ۔

7 ...... توبہ سے ناامید ہونے کی صورت میں مال کا خرچ۔

8 ...... تعزیر با تلاف المال مطلقاً تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

9 ...... خمار کے گھر کو جلانا، مفسدین کے گھروں کو گرانا تعزیر با تلاف المال کی صورتیں ہیں۔

10 ...... سلطان کیلئے خزانہ کی زائد مال لینا۔

11 ...... مالکیہؒ کے نزدیک تعزیر بالمال۔

12 ...... تعزیر بالمال ابتداء اسلام میں جائز تھی بعد میں منسوخ ہوگئی۔

13 ...... شیخ علی العدوی المالکیؒ کے نزدیک تعزیر بالمال ان صورتوں میں جائز ہے جن میں جُرم کا تعلق مال سے ہو۔

14 ...... ابن فرحون مالکیؒ کے نزدیک مطلقاً تعزیر بالمال جائز ہے۔

15 ...... شافعیہؒ کے نزدیک تعزیر بالمال۔
16 ...... حنابلہؒ کے نزدیک تعزیر بالمال۔
17 ...... ظاہریہ کے نزدیک تعزیر بالمال۔
18 ...... مانعین کے دلائل۔
19 ...... بلا سبب شرعی کی تقیید۔
20 ...... مجوزین کے دلائل۔ (پہلی حدیث)
21 ...... تعزیر بالمال کا جواز دوسری حدیث سے۔
22 ...... ======= تیسری حدیث سے۔
23 ...... ======= چوتھی حدیث سے۔
24 ...... ======= پانچویں حدیث سے۔
25 ...... چھٹی حدیث (سلب قاتل کو حوالہ کرنے سے ممانعت)۔
26 ...... تعزیر بالمال کے بارے خلفاء راشدین کے آثار۔
27 ...... پہلا اثر ، دوسرا اثر، تیسرا اثر، چوتھا اثر۔
28 ...... پانچواں اثر ،چھٹا اثر، ساتواں اثر، آٹھواں اثر۔
29 ...... دعوی نسخ کی تحقیق۔
30 ...... مانعین جواز کے دلائل سے جوابات۔
31 ...... خلاصہ بحث۔
32 ...... ترجیح۔
33 ...... شرائط جواز۔

تعزیر کی تعریف: کوئی ایسا جرم جس پر شرعا کوئی حد مقرر نہ ہو اس کے ارتکاب پر امام اپنی رائے سے موقع ومحل کے مناسب مجرم کو جو سزا دے اسے تعزیر کہا جاتا ہے۔

تعزیر کا ثبوت:۔ نفس تعزیر شریعت کے ادلہ اربعہ سے ثابت ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے "**والتی تخافون نشوزھن**

فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلاً اس آیت میں شوہر کو بیوی کے نشوز پر بطور تادیب کے ضرب کی اجازت دی گئی ہے جو کہ تعزیر ہے ایسے ہی مختلف احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو اس بات پر تعزیر فرمائی تھی کہ اس نے دوسرے کو مخنث کہہ کر پکارا تھا اور مال غنیمت میں سے چوری کرنے والے کے سامان کو جلانے کا حکم فرمایا اور حضور اقدس ﷺ کے دور کے بعد خلفاء راشدین خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مختلف موقعوں پر مجروں کو سخت تعزیری سزائیں دینا اور صحابہ کا اس پر نکیر نہ فرمانا اس کے جواز پر اجماع ہے اور قیاس بھی اس کے جواز کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ بہت سے جرائم سنگین قسم کے ہوتے ہیں مگر ان پر شرعاً کوئی حد مقرر نہیں اگر مجرموں کو تعزیر بھی نہ دی تو یہ مجرموں کی حوصلہ افزائی اور مظلوموں پر مزید ظلم ہوگا جو کسی اعتبار سے درست نہیں۔

تعزیر کا اختیار:۔ تعزیز کا اصل اختیار امام کو حاصل ہے وہ موقع ومحل کے مناسبت سے حسب مصلحت مجرم کو کوئی بھی تعزیری سزا دے سکتا ہے جیسا کہ اس کے بارے میں چاروں مذاہب کے فقہاء نے تصریح فرمائی ہیں چنانچہ امام زیلعیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔ **ولیس فیه شیء مقدر وانما هو مفوض الی رای الامام علی ما تقتضی جنایات الناس و احوالهم** (تبیین الحقائق ص ۲۰۷ ج ۳)

امام خطابؒ مالکیہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں: **وما عداها فیوجب التعزیر وهو موکول لاجتهاد الامام وعزر الامام لمعصیة الله اولحق ادمی** (موھب الجلیل ص ۳۱۹ ج ۶)

فقہ شافعی کے امام شیرازیؒ فرماتے ہیں **ومن اتی معصیة لاحد فیها ولا کفارة عزر علی حسب ما یراه السلطان** (المھذب ص ۳۸۸ ج ۲)

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب الاقناع میں ہے: **واقله غیر مقدر فیرجع فیه الی اجتهاد الامام والحاکم فیما یراه و یقتضیه حال الشخص** (کشاف القناع ۱۲۱ ج ۶)

ان تمام عبارات کا حاصل یہ ہے کہ تعزیر کی کوئی حد مقرر نہیں اور اس کا اختیار امام کو حاصل ہے وہ جرم کو اور مجرم کو دیکھ کر جس مجرم کو چاہے تعزیر دے سکتا ہے اور جتنی چاہے دے سکتا ہے پھر فقہاء کے درمیان اس بات پر تو اتفاق ہے کہ بدنی تعزیر کی اجازت ہے البتہ مالی تعزیر کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے ناجائز قرار دیا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے ائمہ اربعہ وظاہریہ میں سے مانعین اور مجوزین کی عبارات نقل کی جاتی ہیں اس کے بعد ان کے دلائل کا موازنہ کیا جائیگا اور آخر میں کسی ایک نقطہ نظر کو ثابت کیا جائیگا (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

فقہ حنفی میں مانعین کی عبارات:

فقہائے حنفیہ میں سے بہت سے حضرات نے تعزیر بالمال کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ خود طرفین کا مذہب عدم جواز کا نقل کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں۔ **قولہ لا باخذ مال فی المذہب قال فی الفتح و عن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان با خذ المال و عندھما و باقی الائمۃ لا یجوز** (ص۶۱ ج۴ الدر المختار)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: **وعن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال ‘وعندھما و باقی الائمۃ الثلاثۃ لا یجوز الخ**) فتح ص۳۴۵ ج۵) مطبوعہ دار الفکر

علامہ ابن نجیم نے عدم جواز کو ہی ظاہر الروایۃ اور راجح قرار دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ **والحاصل ان المذہب عدم جواز التعزیر باخذ المال** اور انہوں نے اس کے عدم جواز کی علت میں امام طحاویؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ تعزیر بالمال ابتداء اسلام میں مشروع تھی بعد میں منسوخ ہوگئی چنانچہ وہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وفی شرح الاثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ (البحر الرائق ص۴۱ ج۵)

علامہ چلپیؒ نے بھی عنایہ کے حاشیہ میں عدم جواز کی یہی وجہ نقل کی ہے دیکھئے فتح القدیر ۱۱۳ ج ۵۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے بھی عدم جواز کی روایت کو ترجیح دی ہے مگر اس کی علت نسخ ذکر نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ اس کی اجازت دینے کی صورت میں خطرہ ہے کہ ظالم حکمران لوگوں کے مالوں پر ناحق قبضہ کرلیں گے اور ان پر ظلم کرنا شروع کردیں گے چنانچہ وہ فرماتے ہیں **قال فی شرنبلالیۃ : ولا یفتی بھذا لما فیہ من تسلیط الظلمۃ علی اخذ مال الناس فیا کلونہ** (رد المختار علی در المختار ۳/۱۹۵) علامہ شامیؒ نے ہی بزازیہ کے حوالے سے اس کے عدم جواز کی وجہ یہ نقل فرمائی ہے کہ یہ شریعت کے اصول کے خلاف ہے کہ کسی شخص کا مال بغیر کسی سبب شرعی کے دوسرے کیلئے لینا حلال نہیں چنانچہ فرماتے ہیں **لا ان یاخذہ الحاکم لنفسہ او لبیت المال کما یتوھمہ الظلمۃ اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی...... والحاصل ان المذہب عدم التعزیر باخذ المال**

حاصل یہ ہوا کہ طرفین کے مذہب کے مطابق تعزیر بالمال جائز نہیں اور اسی کو ظاہر الردیۃ قرار دیا گیا ہے اور کئی حضرات نے اسے ترجیح دی ہے اور عدم جواز کی تین علتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلے یہ کہ تعزیر بالمال کی ابتداء اسلام میں اجازت تھی بعد میں منسوخ ہوگئی۔

دوسری یہ کہ جواز کی صورت میں ظالم لوگوں کو چھوٹ مل جانے اور لوگوں کے مالوں پر ناحق قبضہ کرنے کا خطرہ ہے۔

تیسری یہ کہ کسی کا مال دوسرے شخص کیلئے بغیر کسی سبب شرعی کے جائز نہیں۔

مجوزین کی عبارات:

دوسری طرف بہت سے فقہاء حنفیہؒ نے تعزیر بالمال کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جواز کا ہے جیسا کہ مذکورہ عبارات میں گزر چکا ہے اور خود امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں: **لیس فی الغلول قطع علی ما جاء به الاثار و قد روی عن رسول الله ﷺ انه قال من وجد تموه قد غل فحرقوا متاعه' وقد روی عن ابی بکر و عمر رضی الله عنهما انهما کانا یعاقبان فی الغلول عقوبة موجعة والذی ادرکت علیه فقهانا انهم کانوا یرون ان یعاقب فیوجع عقوبة ویوخذ ما یوجدعنده** (ص ۱۷۲)

پھر متاخرین فقہاء حنفیہؒ میں سے بہت سے حضرات نے امام ابو یوسف کے قول کو اختیار کیا ہے اور اسے مطلقاً ذکر کیا ہے اس میں کوئی تاویل و تفصیل ذکر نہیں کی۔ چنانچہ علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری صاحب خلاصۃ الفتاویٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ **سمعت من ثقة ان التعزیر باخذ المال ان رای القاضی ذلک اوالوالی جاز ومن جملة ذلک رجل لا یحضر الجماعة یجوز تعزیره باخذ المال** (خلاصہ الفتاویٰ ص ۴۴۴ ج ۴)

علامہ ابن الھام خلاصہ الفتاویٰ کی مذکورہ عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں۔ **وما فی الخلاصة مبنی علی اختیار من قال بذلک من المشائخ کقول ابی یوسف** فتح القدیر ۵/۳۴۵ مطبع دار الفکر۔

معلوم ہوا کہ بہت سے مشائخ نے امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔ علامہ جعفر سندی فرماتے ہیں **ولم یذکر محمد رحمة الله تعالیٰ التعزیر باخذ المال روی عن ابی یوسف رحمة الله تعالیٰ ان التعزیر من السلطان باخذ المال جائز ' فی المحیط وقد روی عن ابی یوسف رحمة الله تعالیٰ الزجر والتعزیر فی السلطان باخذ المال جائز ان رای المصلحة و کذا جاز للقاضی لانه کالوالی و فی معنی اولی الامر الامام والقاضی والمحتسب و قیل لا یجوز الا للسلطان و فی الخلاصة والخانیة التعزیر باخذ المال ان رای القاضی اوالوالی جاز من جملة ذلک من لا یحضر الجماعة یجوز تعزیره باخذ المال انتهی الا ان روایة جواز التعزیر باخذ المال ینبغی ان لا یطلع علیه سلاطین زماننا لانهم بعد الاطلاع قد یجاوزون حد الاخذ بالحق الی التعدی بالباطل** (القانیہ ص ۵۴۵)

اس عبارات میں محیط' خانیہ' اور خلاصہ کے حوالے سے تعزیر بالمال کے جواز کو نقل کیا گیا ہے اور یہ بھی تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اس روایت پر حکمرانوں کو مطلع نہیں کرنا چاہئے تاکہ وہ حد سے تجاوز کرنا شروع نہ کردیں۔

علامہ علاؤ الدین طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تو بڑے زوردار الفاظ میں تعزیر بالمال کے جواز کو ثابت کیا ہے اور مانعین کی سختی سے تردید فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ یجوز التعزیر باخذ المال و هو مذهب ابی یوسف رحمة الله علیه و به قال مالک رحمة الله تعالیٰ ومن قال ان العقوبة المالیة منسوخة فقد غلط علی مذاهب الائمة رحمهم الله نقلاً واستدلالاً ولیس بسهل دعویٰ نسخها وفعل الخلفاء الراشدین واکابر الصحابة رضی الله عنهم لها بعد موتهم ﷺ مبطل لدعوی نسخها والمدعون للنسخ لیس معهم سنة ولا اجماع یصح دعواهم الا ان یقول احدهم مذهب اصحابنا لا یجوز فمذهب اصحابه عنده عیاء علی القبول و الرد (معین الحکام ص۲۳۱)۔

اور علامہ ابن الشحنہؒ بھی جواز کو مطلقاً نقل فرماتے ہیں اور انہوں نے بعینہ وہی عبارت نقل فرمائی ہے جو کہ خلاصہ الفتاویٰ کے حوالے سے گزر چکی (لسان الحکام علی معین الاحکام ص۱۹۰)

جبکہ بعض فقہاءؒ نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو اختیار تو کیا ہے مگر اس میں تاویل کی ہے پھر اس کی تاویل میں بعض نے یہ فرمایا ہے کہ حاکم مجرم کا مال لے لے اور جب وہ توبہ کرلے تو واپس کردے۔

چنانچہ صاحب بزازیہ فرماتے ہیں: والتعزیر باخذ المال ان المصلحة فیه جائزة قال مولانا خاتمة المجتهدین مولانا رکن الدین ابو یحیی الخوارزمی رحمة الله تعالیٰ معناه ان ناخذ ماله ونودعه فاذا تاب نرده علیه کما عرف فی خیول البغاة وسلاحهم وصوبه الامام ظهیر الدین التمرتاشی الخوارزمی ومن جملته من لا یحضر الجماعة یجوز تعزیره باخذ المال (بزازیہ علی ہامش الھندیہ مکتبہ رشیدیہ ص۴۶۷ ج۶)

اور واقعات المفتیین میں ہے کہ علامہ عبدالقادر آفندی نے بھی بزازیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے عبارت یہ ہے۔ و افتی العلامة المفتی عبد القادر الافندی بما فی البزازیة (واقعات المفتیین ص۵۹)

علامہ شامیؒ نے بھی بحر کے حوالے سے صاحب بزازیہ کا قول نقل فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں (قوله و فیه) ای فی البحر حیث قال: وافاد فی البزازیة ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساک شئی من ما له عنه مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه لا ان یأخذه الحاکم لنفسه اولبیت المال کما یتوهمه الظلمة اذلا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی (ردالمحتار علی درالمختار ص۱۹۵ ج۳)

ان عبارات کا حاصل یہ ہوا کہ تعزیر بالمال کی صورت یہ ہے کہ حاکم مجرم کا مال اپنے قبضہ میں لے لے۔ جب وہ اپنے جرم سے توبہ کرے مال اسے واپس کردے مگر یہ کسی نے ذکر نہیں فرمایا کہ اگر حاکم اس کی توبہ سے ناامید ہوجائے تو کیا کرے؟ ان کی عبارات میں

غور کرنے سے دوصورتیں نکلتی ہیں پہلی یہ کہ حاکم مال اپنے قبضہ میں رکھے اسے واپس نہ کرے اگر وہ اسی حالت میں مرجائے تو اس کے ورثہ کو واپس کردے جیسا کہ بزازیہ کی عبارت میں اسے بغاۃ کے سامان پر قیاس کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ حاکم اسے جہاں چاہے خرچ کردے کیونکہ اخذ مال کی علت زجر بیان کی گئی ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔

پہلی صورت دووجہ سے بظاہر درست معلوم نہیں ہوتی ایک تو اس وجہ سے کہ جب مجرم کو پتہ ہوگا کہ مال مجھے واپس کردیا جائیگا یا میرے بعد ورثا کو مل جائیگا تو وہ جرائم سے باز نہیں آئے گا لہذا التعزیر کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔اس وجہ سے کئی حضرات نے اسی صورت میں یہی حکم دیا ہے کہ حاکم مال واپس نہ کرے بلکہ جہاں چاہے خرچ کردیں اور یہی امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ انہوں نے تو حاکم کو مطلقاً اخذ مال کی اجازت دی ہے اور اخذ مال جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد بطور ملکیت کے ہی لینا ہوتا ہے۔

چنانچہ صاحب بحر و شامیہ نے مجتبی کے حوالے سے یہی تفصیل نقل کی ہے کہ تعزیر بالمال کا مطلب یہ ہے کہ حاکم مجرم سے مال لے لے پھر اگر وہ جرم سے باز آجائے تو اسے واپس کردے اور اگر توبہ سے ناامید ہوجائے تو جہاں چاہے خرچ کردے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: **وفی المجتبی لم یذکر کیفیة الاخذ واری ان یأخذها فیمسکها فان أیس من توبته یصرفها الی ما یریٰ** (البحر الرائق ص ۴۱ ج ۵) مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی نے بھی بحر کے حوالے سے یہی عبارت نقل فرمائی ہے۔علامہ چلپی نے بھی صاحب مجتبیٰ (علامہ زاہدیؒ) کے حوالہ سے یہی تفصیل نقل کی ہے (شامی ص ۱۹۶ ج ۳) چلپی علی ھامش الفتح ص ۲۱۲ ج ۴) اور یہی تفصیل علامہ شیخ زادہ نے مجمع الانہر میں نقل فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: **لکن فی الخلاصة سمعت عن ثقة ولم یذکر کیفیة الاخذ واری ان یاخذه فیمسکه مدة للزجر ثم یعیده لا ان یاخذ لنفسه او لبیت المال فان ایس من توبته یصرف الی ما یریٰ** (ص ۳۹۷ ج ۲)

علامہ زاہدی گو معتزلی الاعتقاد حنفی الفروع ہیں اور انکی تصانیف کے بارے میں تصریح کی گئی ہے کہ جب تک دیگر فقہاء کی کتب کے موافق نہ ہو وہ قابل اعتماد نہیں جیسا کہ الفوائد البھیة میں ہے **الزاھدی معتزلی الاعتقاد حنفی الفروع و تصانیفه غیر معتبرة مالم یوجد مطابقتها لغیرها** (ص ۲۱۳) لیکن اس کی تفصیل میں انہیں شیخ زادہ کی حمایت حاصل ہے اسی طرح ان کی یہ تفصیل ان فقہاء کے اقوال سے مطابقت رکھتی ہے جنہوں نے امام ابو یوسفؒ کے قول پر مطلقاً تعزیر بالمال کے جواز کا فتویٰ دیا ہے علاوہ ازیں علامہ ابن نجیمؒ علامہ شامیؒ، علامہ چلپیؒ جیسے حضرات کا ان کی اس تفصیل کو بلا نکیر نقل کرنا اس کے معتمد ہونے کی دلیل ہے سب سے بڑی بات یہ کہ ان کی یہ تفصیل صاحب مذہب کے قول کے زیادہ قریب ہے لہذا محض معتزلی ہونے کی وجہ سے ان کی اس بات کو رد کردینا درست معلوم نہیں ہوتا۔

ساری بحث کا حاصل یہ ہوا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کا مذہب تعزیر بالمال کے جواز کا ہے اور یہ انکی کوئی روایت ضعیفہ نہیں جیسا کہ بعض حضرات نے ''قیل'' کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ یہ روایت ضعیفہ ہے کیونکہ امام ابو یوسفؒ نے خود اپنی کتاب الخراج میں اس کی تصریح بھی فرمائی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

پھر فقہاء کی ایک جماعت نے امام ابو یوسفؒ کے مذہب میں تفصیل کی ہے کہ ان میں سے بعض نے یہ فرمایا کہ حاکم مال مجرم سے لے لے اور جب وہ باز آجائے اسے واپس کر دے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ اگر وہ باز نہ آئے تو کیا کرے اور بعض نے یہ فرمایا کہ مجرم سے مال لے لیا جائے جب وہ توبہ کرے اسے واپس کر دیا جائے اور اگر امام توبہ سے نا امید ہو جائے تو جہاں چاہے اسے خرچ کر ڈالے دوسرے حضرات کی تفصیل راجح معلوم ہوتی ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اگر توبہ نہ کرنے کی صورت میں مال اسے یا اس کی موت کی صورت میں اس کے ورثاء کو واپس کر دیا جائے تو تعزیر کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، دوسرے اس وجہ سے کہ امام ابو یوسفؒ سے مطلقاً تعزیر بالمال کی اجازت منقول ہے اور یہ تفصیل نسبتاً ان کے مذہب کے زیادہ قریب ہے اور اس تفصیل سے بھی فی الجملہ تعزیر بالمال کا جواز نکلتا ہے کیونکہ توبہ سے نا امید ہونے کی صورت میں اس کے مال کو کسی بھی خرچ کرنے کی اجازت دینا بھی تعزیر بالمال کی اجازت دینا ہے اور بعض فقہاء نے امام ابو یوسف کے قول پر مطلقاً تعزیر بالمال کے جواز کا فتویٰ دیا ہے ان میں علامہ طاہر ابن عبد الرشید بخاریؒ صاحب خلاصہ، علامہ ابن الشحنہؒ اور علاؤالدین طرابلسیؒ سرفہرست ہیں اور علامہ طرابلسیؒ نے مانعین کے اس قول کو سختی سے رد کیا ہے جس میں انہوں نے تعزیر بالمال کو منسوخ قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تعزیر بالمال کو منسوخ قرار دینا بالکل غلط ہے اور اس کی کوئی دلیل موجود نہیں، نہ کوئی حدیث اس کے نسخ پر دلالت کرتی ہے اور نہ اجماع بلکہ صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین کا فعل دعویٰ نسخ کو باطل کرتا ہے واضح رہے کہ بعض صورتوں میں تمام فقہاء نے تعزیر باتلاف المال کی اجازت دی ہے چنانچہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں: و يكون بالنفى من البلاد بالهجوم على بيت المفسدين و بالاخراج من الدار و بهدمها و كسر دنان الخمر و ان ملحوها و لم ينقل احراق بيته.

علامہ شامی فرماتے ہیں (قوله و بالهجوم الخ) و فى حدود البزازية و غصب النهاية وجناية الدراية ذكر الصدر الشهيد عن اصحابنا انه يهدم البيت على من اعتاد الفسق و انواع الفساد فى داره ..... و ذكر فى كراهية البزازية عن الواقعات الهسامية و يقدم ابلاء العذر عن مظهر الفسق بداره فان كف فبها و الا حبسه الامام و أدّبَهُ اسواطا وازعجه من داره اذ الكل يصلح تعزيراً و عن عمر انه احرق بيت الخمار وعن الصفار الزاهدى الأمر بتخريب دار الفاسق.

(قوله ولم ينقل احراق بيته) تقدم نقله عن عمر فى بيت الخمار فالمراد انه لم ينقل عن علمائنا لكن مامر

عن الصفار يفيده (ردالمختار علی درالمختار ص۱۹۸ ج۳)

علامہ رافعیؒ فرماتے ہیں: (قوله فالمراد انه لم ينقل عن علمائنا الخ) قلت تقدم للشارح عن الدر فی باب الوطئی الذی لا يوجب الحد انه فی اللواطة يعزر باحراق بيته وبغير ذلک و ذكر فی الهندية فی الباب السابع عشر من الكراهية عن عمر انه احرق بيت الخمار و قد نقله الحموی عن البر جندی (ص۴۵ ج۲ تقریرات الرافعی)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں (قوله و بعد مها) قال فی المنح من اعتاد الفسق بانواع الفساد يهدم عليه بيته كذا فی الفتاویٰ السراجية عن اصحابنا (قوله و ان ملحوها) لا يقال انما خرجت بالتمليح عن الحرمة لا ن المقصود الزجر من ابتداء مثل هذا الفعل (قوله ولم ينقل احراق بيته نقل الحموی من البرجندی انه يكون باحراق بيت الخمار والقتل سياسة فی حق الامام للمبتدعة. (حاشیہ الطحطاوی علی الدر ص۴۱۱ ج۲)۔

خمار کے گھر کو جلانا، مفسدین کے گھروں کو گرانا یا جلا دینا، لواطت کرنیوالے کے گھر کو تعزیراً جلانا فاسق کے گھر کی تخریب کی اجازت دینا تعزیر با تلاف المال کی صورتیں ہیں جن کی تمام فقہاء نے اجازت دی ہے ایسے ہی فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ خزانہ کے عملہ کے پاس اگر زائد مال جمع ہو جائے تو سلطان بطور تعزیر کے زائد مال ان سے وصول کر سکتا ہے بشرطیکہ اسے بیت المال میں داخل کر دے چنانچہ علامہ حصکفی فرماتے ہیں۔(فائدة) ذكر الطرسوسی فی مولف له ان مصادرة السلطان لارباب الاموال لا تجوز الا لعمال بيت المال مستدلا بان عمر صادر ابا هريرة وذلک حين استعمله على البحرين ثم عزله واخذ منه اثنی عشر الفاً ثم دعاه للعمل فابى رواه الحاكم وغيره و اراد بعمال بيت المال خدمته الذين يحبون امواله ومن ذلک كتبته اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دليل على خيانتهم ويلحق بهم كتبة الاوقاف و نظارها اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللهو وبناء الاماكن فللحاكم اخذ الاموال منهم وعزلهم فان عرف خيانتهم فی وقف معين رد المال اليه و الا وضعه فی بيت المال (نہر و بحر الردالمختار ص۳۳۴ ج۵ مکتبہ رشیدیہ)

اس سے بھی تعزیر بالمال کا جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض حضرات جو اسے تضمین قرار دیا ہے درست نہیں کیونکہ علامہ شامی نے حموی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ گو سلطان کیلئے اس کی اجازت ہے مگر فساد زمان کی وجہ سے اس پر تفویٰ نہیں دینا چاہئے اور تضمین سے کسی صورت میں منع نہیں کیا جا سکتا خواہ فساد زمان ہو یا نہ ہو اس پر فتویٰ دینے سے منع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تعزیر ہے علامہ حموی کی عبارت ہے قال السيد الحموی: هذا مما يعلم و يكتم و لا تجوز الفتوىٰ به لانه يكون ذريعة الى مالا يجوز و

ذلک لان حکام زماننا لو افتوا بهذا وصادروا من ذکر لا یردون الا موال الی الأوقاف وان علمت اعیانها ولا لبیت المال بل یصرفونها فیما لا یلیق ذکره فلیکن هذا علی ذکر منک قلت والفاعل هذا عمر واین عمر (ردالمحتار علی الدرالمختار ص ۳۱۷ ج ۴ مکتبہ رشیدیہ

گویا مانعین کے نزدیک بھی اتلاف مال مجرم اور مصادرۃ العمال کی اجازت ہے اس پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تعزیر باخذ المال بھی جائز ہونی چاہیے جیسا کہ امام یوسفؒ کا مذہب ہے۔

مالکیہ کے نزدیک تعزیر بالمال: مالکیہ کے اکثر فقہاء نے بھی تعزیر بالمال کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ مالکیہ کے مشہور فقہاء شیخ حطابؒ، علامہ محمد بن احمدؒ الرہونی، علامہ دسوقی ورعلامہ صاویؒ وغیرہ نے اپنی کتب میں اسکی تصریح فرمائی ہے۔علامہ دسوقیؒ فرماتے ہیں: ولا یجوز التعزیر با خذ المال اجماعا وماروی عن الامام ابی یوسف صاحب ابی حنیفه من انه جوز للسلطان التعزیر با خذ المال فمعناه ما قال البزازی الخ (حاشیہ الدسوقی علی شرح الکبیر ص ۳۵۵ ج ۴)

علامہ صاویؒ نے بھی بعینہ یہی عبارت فرمائی ہے (دیکھیے حاشیہ الصاوی علی شرح الصغیر ص ۵۰۵ ج ۴)

شیخ خطاب فرماتے ہیں: ومن یحمی قاطع الطریق اوسارقا ونحوذلک فان من یحمیه ویمنعه عاص لله تعالی وتجب عقوبته حتی یحضره ان کان عنده وینزجر عن ذلک الا ان یکون احضاره الی من یظلمه و یاخذ ماله او یتجاوز فیه الخ (مواھب الجلیل ص ۳۲۰ ج ۲) علامہ رہونیؒ نے بھی اسی سے قریب قریب عبارت نقل فرمائی ہے (دیکھیے حاشیہ الرہونی علی الزرقانی ص ۱۶۲ ج ۸)

بعض مالکیہ فرماتے ہیں کہ تعزیر بالمال ابتدائے اسلام میں جائز تھی مگر بعد میں منسوخ ہوگئی اس کے بعد تعزیر کے عدم جواز پر اجماع ہو گیا۔لہذا اب کسی کیلئے تعزیر بالمال کی اجازت نہیں چنانچہ علامہ ابن رشد مالکیؒ مروان کا قصہ نقل کرنے کے بعد جسمیں مروان نے ایک آدمی سے بطور تعزیر کے مالی جرمانہ وصول کیا تھا اور امام مالک نے اس پر نکیر فرمائی تھی۔ارشاد فرماتے ہیں۔ قال محمد بن رشد تضمینه هذه الحکایة عن مروان من انه قضی للمرأة بدعواها علی الکری الذی ادعت انه ارادها عن نفسها وکشف عنها ثیابها بالف درهم بما ادعت علیه من کشفه ایاها مع الشبهة التی الحقت التهمة به و حققت المظنة علیه لا یاخذ به مالک ولا یری القضاء به اذ لا یریٰ العقوبات فی الاموال لان العقوبات فی الاموال امر قد کان فی اول الاسلام من ذلک ماروی عن النبی ﷺ فی مانع الزکوٰة انا اخذوها وشطرماله غرمة من غرمات ربنا وماروی فی حریشة الجبل ان فیها غرامة مثلیها وجلدات نکال وماروی عنه من ان سلب من اخذ

وھو یصید فی الحرم لمن اخذہ کان ذلک کلہ فی اول الاسلام وحکم بہ عمر بن الخطاب ثم انعقد الاجماع ان ذلک لا یجب (البیان والتحصیل ص۲۷۸ج۱۶)

مشہور مالکی امام علامہ بنانی نے بھی اس سے ملتی جلتی عبارت نقل فرمائی ہے (حاشیہ البنانی علی ھامش الزرقانی ص۱۱۵ج۸)

اس کا حاصل یہ ہے کہ تعزیر بالمال کی ابتداء اسلام میں اجازت تھی اوراس کے بارے میں جتنی روایات منقول ہیں وہ اسی پر محمول ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اس کی اجازت تھی چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کے مطابق فیصلہ فرمایا اس کے بعداس کے عدم جواز پر اجماع منعقد ہوااوراس سے تعزیر بالمال کو منسوخ قرار دے دیا گیا۔لیکن مالکیہ کے نزدیک بھی بعض صورتوں میں تعزیر با تلاف المال کی اجازت دی گئی ہے چنانچہ علامہ زرقانی نے تفصیل سے ان مواضع کی نشاندہی فرمائی ہے۔وہ فرماتے ہیں: وسکت المصنف عن التعزیر بالنفی کما ذکر فیمن یزور الوثائق و عن التعزیر بالمال ای باخذہ کاخذ اجرۃ العون من المطلوب الظالم او باخراجہ من ملکہ کتعزیر الفاسق ببیع دارہ علی ما تقدم فی قول المصنف "وفسق مستاجر" وبالتصدیق علیہ بہ کما اشارلہ بقولہ و تصد ق بما غش ولو کثر باتلافہ کاراقۃ البن عی من غشہ حیث کان یسیرا وھل یکون التعزیر باخذ المال فی معصیۃ لا تعلق لھا بالمال ام لا والاول مذھب الحنیفۃ.

مشہور مالکی فقیہ شیخ علی العدوی نے بھی اپنی کتاب حاشیۃ العدوی علی الخرشی ص۱۱۰ج۸ میں ان مواقع کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ جن میں تعزیر با تلاف المال جائز ہے۔لیکن ان کی عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعزیر با تلاف المال صرف ان صورتوں میں جائز ہے جن میں جرم کا تعلق مال سے ہو مثلا دودھ میں ملاوٹ کی تو اسے گرادینا یا کسی اور چیز میں ملاوٹ کی تو اسے تلف کردینا، فاسق کے گھر کو بیچ دینا وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال فی الجملہ تعزیر بالمال کا جواز ان عبارات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابواسحاق شاطبی کی عبارت سے اسکی تائید ہوتی ہے عبارت یہ ہے...... واما مذھب مالک فان العقوبۃ فی المال عندہ ضربان احدھما ما صورہ الغزالی فلا مریۃ فی انہ غیر صحیح علی ان ابن العطار فی رقائقہ صغی الی اجازۃ ذلک فقال فی اجازۃ اعوان القاضی اذا لم یکن بیت المال انھا علی الطالب فان ادی المطلوب کان الاجازۃ علیہ ومال الیہ ابن رشد وردہ علیہ ابن النجار القرطبی و قال ان ذالک من باب العقوبۃ فی المال و ذلک لا یجوز علی حال و الثانی ان تکون جنایۃ الجانی فی نفس ذالک المال او فی عوضہ فالعقوبۃ فیہ عندہ ثابتۃ فانہ قال فی الزعفران المغشوش اذا وجد بیدالذی غشہ انہ یتصدق بہ علی المساکین قل او کثر وذھب ابن القاسم ومطرف وابن الماجشون الی انہ یتصدق بما قل منہ دون کثر وذلک محکی عن عمربن الخطاب وانہ أراق اللبن المغشوش بالماء ووجہ

ذلک التادیب للغاش وهذا التادیب لا نص یشهد له لکن من باب الحکم علی الخاصة لاجل العامة وقد تقدم نظیره فی المسالة تضمین الصناع علی ان ابالحسن اللحمی قد وضع له اصلا شرعیا وذلک ان علیه السلام امر باکفاء القدور التی اغلیت بلحوم الحمر قبل ان تقسم وحدیث العتق بالمثلة ایضا من ذلک ومن مسائل مالک فی المسئلة اذا اشتری مسلم من نصرانی خمراً فانه یکسر علی المسلم ویتصدق بالثمن او بالنصرانی اذا کان النصرانی لم یقبضه وعلی هذا المعنی فرع اصحابه فی مذهبه و هو کله من العقوبة فی المال الا ان وجهه ما تقدر (الاعتصام ص۱۲۴ ج۲)

البتہ متاخرین فقہاء مالکیہ میں سے علامہ ابن فرحون مالکی نے مُطلقاً تعزیر بالمال کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور انہوں نے کثرت سے ایسی مثالیں پیش کی ہیں جن میں مالکیہ کے ہاں تعزیر بالمال جائز ہے اور ایسے نصوص و اثار کو جمع کیا ہے جن سے تعزیر بالمال کا جواز ثابت ہوتا ہے اور دعویٰ نسخ کی سختی سے تردید فرمائی ہے چنانچہ وہ نصوص و اثار اور ان مسائل کو جن میں مالکیہ نے تعزیر بالمال کو جائز قرار دیا ہے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وغیر ذالک مما یکثر تعداده وهذه قضایا صحیحة معروفة قال ابن القیم الجوزیة الخ (ص۲۰۲ ج۲ تبصرۃ الحکام)

اسکے بعد علامہ ابن قیم کی عبارت ذکر فرمائی ہے جسمیں انہوں نے تعزیر بالمال کو ثابت کیا ہے اور دعویٰ نسخ کی تردید کی ہے انکی مکمل عبارت آگے آرہی ہے۔ لہذا مطلقاً یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ مالکیہ کے ہاں تعزیر بالمال ناجائز ہے بلکہ بہت سے مسائل سے اس کا جواز ملتا ہے اور ابن فرحون مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جواز کی واضح مثال ہے۔

شافعیه کے نزدیك تعزیر بالمال

امام شافعیؒ پہلے تعزیر بالمال کے جواز کے قائل تھے البتہ بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا لہذا ان کے قول جدید میں تعزیر بالمال جائز نہیں چنانچہ اب تمام فقہاء شافعیہ تعزیر بالمال کے عدم جواز پر متفق ہیں اور باوجود تتبع کے ان کے مذہب میں کوئی ایسی صورت نہ مل سکی جس سے تعزیر بالمال کا جواز معلوم ہوتا ہو۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔ ولا باس بتسوید الوجه والمناراة علیه ویحرم حلق لحیته واخذ ماله (شرح المهذب ص۱۲۵ ج ۲)

علامہ شروانی فرماتے ہیں ولا یجوز علی الجدید باخذ المال (حواشی الشروانی ص۱۸۹ ج۹) نہایۃ المحتاج اور حواشی قیلوبی و غیرہ میں بھی اسی سے ملتی جلتی عبارت نقل کی گئی ہے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ تعزیر بالمال ابتدائے اسلام میں جائز تھی لیکن

بعد میں منسوخ ہوگئی ان کی عبارت درج ذیل ہے وكذا ثبوت نسخ ما يتضمنه التحريق من جواز العقوبة بالمال وفيه جواز العقوبة بالمال كذا استدل به كثير من القائلين بذلك من المالكية وغيرهم و فيه نظر لما اسلفناه (فتح الباری ص ۱۲۷ ج ۲، ص ۱۸۷ ج ۶)

حنابلہ کے نزدیک تعزیر بالمال:

حنابلہ کے بھی متعدد فقہاء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ تعزیر بالمال جائز نہیں جن میں موفق الدین ابن قدامہؒ صاحب مغنی و کافی شیخ شمس الدین ابن قدامہؒ صاحب شرح کبیر، شیخ علاؤالدین مرداویؒ صاحب الانصاف، شیخ محمد بن مفلح صاحب المبدع وغیرہ شامل ہیں۔ چنانچہ شیخ موفق الدین ابن قدامہؒ فرماتے ہیں (فصل) والتعزير يكون بالضرب والحبس والتوبيخ ولا يجوز قطع شئی منه ولاجرحه ولااخذ ماله لان الشرع لم يرد بشيء من ذلک عن احد يقتدى به لان الواجب ادب والتاديب لا يكون بالا تلاف (المغنی لابن قدامۃ والشرح الکبیر ص ۳۴۸ ج ۱۰، والشرح الکبیر ص ۳۴۸ ج ۱۰، ص ۳۶۱ ج ۱۰، المبدع ص ۱۱۳ ج ۹' الکافی ص ۳۴۲ ج ۴، شرح منتہی الارادات للبہوتی ص ۳۶۲ ج ۳' کتاب الفروع ص ۱۱۰ ج ۶)

علامہ مرداوی فرماتے ہیں وقال الاصحاب ولا يجوز قطع شيء منه ولا جرحه ولا اخذ شيء من ماله الانصاف ص ۲۵۰ ج ۱۰ لیکن متاخرین فقہاء حنابلہ میں سے بعض حضرات نے تعزیر بالمال کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ مشہور حنبلی فقیہ شیخ بہوتی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالے سے اس کا جواز نقل فرمایا ہے اور ان کی طرف سے مذکورہ عبارات کو جواب یہ نقل فرمایا ہے کہ اس سے مادوہ مال ہے جو ظالم حکمران بغیر کسی وجہ کے لوگوں سے لیتے ہیں عبارت یہ ہے۔ ولا يجوز قطع شيء منه اى من وجب عليه التعزير ولا جرحه ولا اخذ شيء من ماله لان الشرع لم يرد بشيء من ذلک عن احد يقتدى به ولان الواجب ادب والادب لا يكون باتلاف (قال الشيخ و قد يكون التعزير بالنيل من عرضه ... و قال التعزير بالمال سائغ و قولا واحد وقول) الموفق ابی محمد المقدسی "لا يجوز اخذ ماله" ابی ما يفعله الحكام الظلمة (کشاف القناع ص ۱۲۴ ج ۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم الجوزیہؒ نے تو بڑے زوردار الفاظ میں اسے جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے اس کے نسخ کے قول کو سختی سے رد کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ واما التعزير بالعقوبات المالية فمشروع ايضا فی مواضع مخصوصة فی مذهب مالک و احمد واحد قولی الشافعی وقد جاءت السنة عن رسول الله ﷺ وعن اصحابه بذالک فی مواضع.

ان مواضع کو مکمل تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وهذه قضايا صحيحة معروفة وليس بسهل دعوى

نسخها ومن قال ان العقوبات المالية منسوخة واطلق ذلک فقد غلط علی مذاهب الائمة نقلا و استدلالاً فاکثر المسائل سائغ فی مذهب احمد وکثیر منها سائغ عند مالک و فعل الخلفاء الراشدین واکابر الصحابة لها بعد موته مبطل ایضا لدعوی نسخها والمدعون للنسخ لیس معهم کتاب ولا سنة ولا اجماع یصحح دعواهم ال اان یقول احدهم مذهب اصحابنا عدم جواز ها فمذهب اصحابه عیار علی القبول والرد واذا ارتفع عن الطبقة ادعی انها منسوخة بالاجماع وهذا غلط ایضاً فان الائمة لم تجتمع علی نسخها ومحال ان الاجماع ینسخ السنة ولکن لو ثبت الاجماع لکان دلیلاً علی نص ناسخ (الطریق الحکمیة والحسبة فی الاسلام ص ۴۹ اعلام الموقعین ص ۶۵ ج ۲)۔

انکے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ تعزیر بالمال جائز ہے اور یہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام سے کئی مواقع میں ثابت اور منقول ہے اور امام احمدؒ، امام مالکؒ، اور امام شافعیؒ کے قول قدیم کے مطابق متعدد مواقع پر اس کی اجازت ہے اور مدعین نسخ کے پاس اس کے نسخ کے کوئی دلیل موجود نہیں اور یہ دعویٰ کرنا کہ اجماع سے یہ منسوخ ہوئی ہے۔ بالکل غلط ہے کیونکہ اولاً تو اجماع ثابت ہی نہیں دوسرے اگر ثابت مان بھی لیا جائے تو وہ نص ناسخ کی دلیل تو بن سکتا ہے خود کسی شرعی حکم کو منسوخ نہیں کر سکتا غالباً امام مالک کی طرف سے جو بعض مواقع میں انہوں نے جواز کی نسبت کی ہے اس سے مراد وہ مواقع ہیں جن کی نشاندہی قاضی ابویعلی حنبلی اپنی مشہور کتاب ''الاحکام السلطانیہ'' میں فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ فان سرق من حرز مثله اقل من نصاب اوسرق نصابا من غیر حرز غرم مثلیه وقد نص علی ذالک فی سرقة الثمار المعلقة' قال ایضاً فی روایة ابن منصور فی الضالة المکتومة" و اذا زالت عنه القطع فعلیه غرامة مثلها ص ۲۶۵ و فیه واذا جاهر رجل باظهار الخمر فان کان مسلماً اراقها وادبة و ان کان ذمیا ادب علی اظهارها و تراق علیه لانها غیر مضمونة ...... و اما المجاهر باظهار الملاهی المحرمة فعلی المحتسب کسرها ولا یتشاغل بتفصیلها سواء خشبها یصلح لغیر الملاهی اولا یصلح (ص ۲۷۸)۔

ایسے ہی تحریق متاع الغال کو حنابلہ نے جائز قرار دیا ہے چنانچہ کتاب الفروع میں ہے۔واختار شیخنا و بعض المتاخرین ان تحریق رحل الغال من التعزیر لا الحد الواجب فیجتهد الامام بحسب المصلحة و هذا اظهر (کتاب الفروع ۲۳۶/۶' الانصاف ۱۸۵/۳' المبدع ۳۶۵/۳)

اور حنابلہ کے مشہور فقیہ ابن قدامہؒ نے ثمر معلق، شاۃ الحریۃ کے استرقاق کی صورت میں غرامۃ المثلین کو واجب قرار دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں وان سرق من الثمر المعلق فعلیه غرامة مثلیه قال اصحابنا و فی الماشیة تسرق من المرعیٰ من غیر

ان تكون محرزة مثلا قيمتها للحديث وهو ما جاء فی سیاق حدیث عمرو بن شعیب ان السائل قال الحریه منهن یا نبی الله ! قال ثمنها و مثله معه و الفکاک (المغنی لابن قدامہ ۲۵۹/۸)

شیخ بہوتی نے کاتم ضالۃ پر دگنی قیمت کے وجوب کو نقل کیا ہے دیکھیے (کشاف القناع ۲۳۴/۴)

معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی کئی صورتوں میں تعزیر بالمال کے قائل ہیں اور کتاب الفروع کی عبارت کے مطابق اسے امام کی رائے پر موقوف سمجھتے ہیں کہ وہ جہاں مصلحت سمجھے عقوبت مالیہ جاری کر سکتا ہے۔

ظاهريه کے نزديك تعزير بالمال :

جیسے علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن القیمؒ نے تعزیر بالمال کو جائز قرار دیا ہے ایسے ہی ظاہریہ میں سے ابن حزم اندلسیؒ نے بھی اسکے جواز کی تصریح فرمائی ہے اور اس کے نسخ کے قول کو رد کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں فان ادعوا فی ترک هذه الاحکام الاربعة اجماعاً کذبوا لان عمر بن الخطاب رضی الله عنه قد حکم بها بحضرة الصحابة رضی الله عنهم لا یعرف منهم له مخالف ولا یدری منهم علیه منکر فاضعف قیمة الناقة المنتحرة للمزنی علی رقیق حاطب التی سرقوها وانتحروها و قد روینا من طرق منها ماحدثناه .....عن یحیٰ بن عبد الرحمن بن حاطب ان رقیقاً لحاطب سرقوا ناقة للمزنی رجل من زنیة فانتحروها فرفع ذلک الی عمر بن الخطاب فأمر عمر لکثیر ابن الصلت ان یقطع ایدیهم قال عمر انی اراک تجیعهم والله لاغرمنک غرما یشق علیک ثم قال للمزنی کم ثمن ناقتک قال اربعمائة درهم قال عمر فاعطه ثمانمائة درهم قال ابومحمد فهذا اثر عن عمر کالشمس واما حدیث سعید بن المسیب وهم یعدون مثل هذا اجماعا اذ وافق اهوائهم و قد روی عن عثمان بن عفان رضی الله عنه وغیره نحو هذا فی اتلاف الاموال کما روینا من طریق عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن ابان بن عثمان ان اباه عثمان اغرم ناقة محرم اهلکها رجل فاغرمه الثلث زیادة علی ثمنها قال الزهری ما اصیب من اموال الناس و مواشیهم فی الشهر الحرام فانه یزاد الثلث لهذا فی العمد فهذا اثر فی غایة الصحة عن عثمان رضی الله عنه ولا یعرف له فی ذلک مخالف من الصحابة رضی الله عنهم وقال به الزهری بعد ذالک وهم لا یبالون بدعوی الاجماع فی اقل من هذا جرأة علی الکذب ثم لا یبالون بمخالفة ما یقرون بانه اجماع (المحلی لابن حزم ص۳۲۴ ج۱۱)

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے چنانچہ انہوں نے نیل الاوطار میں مختلف مواقع پر اس کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ ایک جگہ وہ ارشاد فرماتے ہیں۔ (قوله و منعوه سهمه) فیه دلیل علی انه یجوز للامام بعد عقوبة الغال بتحریق متاعه

ان يعاقبه عقوبه اخرى بمنع سهمه من الغنيمة (نیل الاوطار ص ۳۰۱ ج ۷)

اس کے علاوہ بھی انہوں نے کتاب الزکوۃ میں مانع زکوۃ کے بارے میں حدیث کے تحت تفصیل سے تعزیر بالمال پر بحث کی ہے جس سے ان کا تعزیر بالمال کے جواز کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے۔

مذکورہ بحث سے اتنی بات واضح ہوگئی کہ تقریبا ہر فقہ کے اندر کئی صورتیں ایسی ہیں جن میں تعزیر با تلاف المال کی بالاتفاق اجازت ہے اور شافعیہ کے علاوہ ہر فقہ میں کئی حضرات ایسے ہیں جو تعزیر بالمال کے مطلقا جواز کے قائل ہیں اب مجوزین اور مانعین میں سے ہر ایک کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

مانعین کے دلائل: جو حضرات تعزیر بالمال کے عدم جواز کے قائل ہیں وہ ان آیات اور احادیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں جو مسلم کے مال کی حرمت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ قران مجید میں ارشاد ہے۔ يا ايها الذين امنوا لاتاكلو اموالكم بينكم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراض منكم و لا تقتلو انفسكم ان الله كان بكم رحيما و من يفعل ذلك عدوانا و ظلما فسوف نصليه نارا و كان ذلك على الله يسيراً (سورۃ النساء۴/۲۹،۳۰)

اس آیت میں یہ اصول واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے کہ کسی بھی شخص کا کوئی مال اس کی مرضی اور معاوضے کے بغیر کسی کیلئے حلال نہیں آیت میں لفظ بالباطل کی تفسیر میں امام فخر الدین رازیؒ حضرت حسن بصریؒ سے نقل فرماتے ہیں: الباطل هو كل ما يوخذ من الانسان بغير عوض (تفسیر کبیر ص ۶۹،۷۰ ج ۱)

اسی اصول کو ایک دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے ولا تاكلو اموالكم بينكم بالباطل و تدلوا بها الى الحكام لتاكلوا فريقا من اموال النساس و انتم تعلمون.

اس کے علاوہ بھی کسی کے مال میں اس کے رضامندی کے بغیر تصرف کے عدم جواز کے بارے میں متعدد آیات وارد ہوئی ہیں اسی طرح بہت سی احادیث میں کسی کے مال پر اسکی رضامندی کے بغیر تصرف کو ناجائز قرار دیا گیا ہے چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کے حدیث میں ارشاد ہے۔ فان دماؤكم و اموالكم و اعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا فى بلدكم هذا فى شهركم هذا (صحیح مسلم ص ۶۱ ج ۲)

ایک اور روایت میں ارشاد ہے کل المسلم على المسلم حرام دمه و ماله و عرضه (صحیح مسلم ص ۳۱۷ ج ۲)

حضرت عمر بن یثربی کی روایت میں اس اصول کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔ سمعت خطبة النبى ﷺ بمنى فكان فيها يخطب به ان قال لا يحل لامرى من مال اخيه الا ما طابت به نفسه (صحیح مسلم ص ۳۱۷ ج ۲)

اور اس پر تمام فقہاء امت کا اجماع و اتفاق ہے کہ کسی کی جائز ملکیت کو اس کی رضامندی کے بغیر اس سے لینا اور یا اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے **لایجوز لاحد ان یاخذ مال احد بلا سبب شرعی** (شرح المجلہ ۲۶۲ ج ۱)

اسی طرح قاعدہ ہے۔ **لا یجوز لا حد ان یتصرف فی مال الغیر بلا اذنہ** (شرح المجلہ ص ۲۶۲ ج ۱)

علامہ ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں: **و اتفقوا ان اخذ اموال الناس کلھا ظلما لا یحل** (مراتب الاجماع ص ۵۹)

قاضی شوکانی فرماتے ہیں: **ولا شک ان من اخذ مال مسلم بغیر طیبة نفسه اکل بالباطل ومصرح به فی عدة احادیث منھا حدیث "انما اموالکم ودماؤکم علیکم حرام" وقد تقدم ومجمع علیه عند کافة المسلمین و متوافق علی معناہ العقل و الشرع** (نیل الاوطار ص ۲۶۸ ج ۵)

حاصل یہ ہے کہ تمام مذاہب کے ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نہ تو کسی کے مال کو بغیر کسی شرعی سبب کے لینا جائز ہے اور نہ ہی اس میں اس کی رضامندی اور طیب خاطر کے بغیر تصرف کرنا جائز ہے لہذا امام کیلئے بھی کسی سے بطور تعزیر کے اس کا مال لینا جائز نہیں اسی وجہ سے علماء کرام کا تعزیر بالمال کے عدم جواز پر اجماع ہے۔

لیکن ان تمام دلیلوں کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ مذکورہ تمام آیات اور احادیث اور فقہاء امت کا اجماع اس شخص کے مال کے بارے میں ہے جس نے کسی قسم کے جرم کا ارتکاب نہ کیا ہو کیونکہ اس صورت میں اس سے مال لینا یا اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا بغیر کسی سبب شرعی کے ہوگا جو کہ ناجائز ہے جیسا کہ کسی کی جان لینا یا اس پر ناجائز تصرف کرنا بغیر کسی سبب شرعی کے جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہو جس کا علاج امام کی رائے میں مالی جرمانے کے علاوہ نہ ہو تو ایسے شخص کا مال لینا اور اس میں تصرف کرنا جائز ہے کیونکہ یہ ایک سبب شرعی کی وجہ سے کیا گیا ہے جیسے کسی شخص کی جان پر تصرف کرنا کسی جرم کی وجہ سے جائز ہے جبکہ جان کی حرمت مال کی حرمت سے زیادہ ہے اس جواب کا قرینہ یہ ہے کہ متعدد مقامات پر جہاں کسی کے مال کے لینے یا تصرف کے عدم جواز کو ذکر کیا گیا ہے اس میں ساتھ یہ قید مذکور ہے "بلا سبب شرعی" جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سبب شرعی ہو تو اس صورت میں مال لینے یا اس میں تصرف کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔

مجوزین کے دلائل:

جن حضرات نے تعزیر بالمال کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے بہت سی احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں سے کچھ احادیث ذکر کی جاتی ہے۔

پہلی حدیث: **عن ابی ھریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لقد ھممت ان امر بالصلوٰة فتقام**

ثم امر رجلا يصلي بالناس ثم انطلق معي برجال معهم حزم من حطب الى قوم لا يشهدون الصلوة فاحرق عليهم بیوتهم بالنار (سنن ابی داؤد جلد اص ۸۸ صحیح البخاری ص ۸۹ ج ۱)

اس حدیث میں حضور ﷺ متخلفین عن الجماعۃ کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرمایا ہے جو کہ تعزیر بالمال ہے اور حضور اقدس ﷺ کسی ناجائز کام کا ارادہ نہیں فرما سکتے معلوم ہوا کہ تعزیر بالمال جائز ہے اس استدلال کو علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اور علامہ نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں ذکر فرمایا ہے (دیکھئے عمدۃ القاری ص ۱۶۴ ج ۵ نووی ص ۲۳۲ ج ۱)

مانعین میں سے بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام کی ہے بعد میں یہ منسوخ ہوگئی ہے اس کا جواب اور جن دلیلوں کے بارے میں نسخ کا قول کیا گیا ہے ان کا جواب دعویٰ نسخ کی تحقیق کے تحت انشاء اللہ آئے گا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واجب تحریق کے بغیر مکمل نہ ہوتا ہو اس وجہ سے آپ ﷺ نے تحریق بیوت کا ارادہ فرمایا چنانچہ انکی عبارت یہ ہے وفيه نظر لما اسلفناه ولاحتمال ان التحريق من باب لا يتم الواجب الا به اذالظاهر ان الباعث على ذالک انهم كانوا يختفون في بيوتهم فلا يتوصل الى عقوبتهم الا بتحريقها عليهم (فتح الباری ص ۱۳۰ ج ۲)

لیکن اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اس کا حاصل یہ کہ تحریق کے بغیر امام کی رائے میں لوگوں کو اس جرم سے روکنا ممکن نہ ہو تو اس کی اجازت ہے اور تعزیر بالمال کو جائز قرار دینے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر امام کی رائے یہ ہو کہ مجرم جرمانہ مالی کے بغیر جرم سے باز نہیں آئے گا تو اسے تعزیر بالمال کی اجازت ہے لہذا اس سے فی نفسہ تعزیر بالمال کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

دوسری حدیث: تعزیر بالمال کے مجوزین حضرات نے بھز بن حکیمؒ کی روایت سے بھی تعزیر بالمال کے جواز پر استدلال کیا ہے جیسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده ان رسول الله ﷺ قال "في كل سائمة ابل في اربعين بنت لبون لايفرق ابل عن حسابها من اعطاها موتجرا قال ابن العلاء موتجرا بها فله اجرها و من منعها فانا اخذوها وشطر ماله غرمة من غرمات ربنا عزوجل ليس لال محمد منها شئى (سنن ابی داؤد ص ۲۲۸ ج ۱)

اس روایت میں زکوۃ کو روکنے کی وجہ سے بطور سزا کے یہ فرمایا گیا ہے کہ زکوۃ کے علاوہ مزکی سے اس کا آدھا مال وصول کیا جائیگا۔ زکوۃ کے علاوہ آدھا مال وصول کرنا تعزیر بالمال ہے لہذا اس سے تعزیر بالمال کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا اب یہ منسوخ ہے کیونکہ تعزیر بالمال منسوخ ہو چکی ہے اس کا جواب آگے آئے گا بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ روایت میں راوی سے غلطی ہوئی ہے "شطر ماله" نہیں بلکہ اصل لفظ ہے "و شطر ماله" یعنی اس کے مال کو دو

حصوں میں تقسیم کر کے مصدق بطور عقوبت کے اعلیٰ کے حصے میں سے وصول کرے گا چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوریؒ نے یہ جواب حربیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ **قال فی النہایة قال الحربی غلط الراوی فی لفظ الروایة وانما ھو "شطر مالہ" ای یجعل مالہ شطرین و یتخیر علیہ المصدق فیاخذ الصدقة من خیر النصفین عقوبة لمنعہ فاما ما لایلزمہ فلا قال الخطابی لا اعرف ھذا الوجہ** (بذل المجہود ص۱۸ ج۳)

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ علامہ خطابیؒ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے **لا اعرف ھذاالوجہ** کیونکہ حدیث کے اصل الفاظ **وشطر مالہ** ہے دوسرا یہ کہ یہ حدیث الفاظ سے بعید بھی ہے، بعض حضرات نے اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی بھز بن حکیم کو بہت سے حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے جن میں امام شافعیؒ، امام ابوحاتم ابن حبانؒ ابن الطلاعؒ اور ابن حزمؒ شامل ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو بذل المجہود ص۱۹ ج۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ بعض حضرات نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لیکن بہت سے حضرات نے اسے ثقہ قرار دیا ہے جن کی تعداد بے شمار ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے **تھذیب التھذیب** میں ان لوگوں کے نام ذکر فرمائے ہیں جنہوں نے بہز کو ثقہ قرار دیا ہے جن میں یحیٰ ابن معینؒ، ابن المدینیؒ، ابوذرعہؒ، امام نسائی، امام حاکمؒ، ابن عدیؒ، امام ترمذیؒ، اور ابن قتیبہؒ وغیرہ شامل ہیں لہذا بہز بن حکیم کی توثیق کرنے والے تضعیف کرنے والوں سے زیادہ ہیں اس وجہ سے اس کی روایت حجت ہوگی (تہذیب التہذیب ص۴۳۷ ج۱)

دوسرے یہ کہ ابن حبانؒ نے اسے صرف مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے ہی غیر ثقہ قرار دیا ہے چنانچہ حافظؒ فرماتے ہیں **وقال ابن حبان کان یخطئی کثیراً فاما احمد واسحاق فھما یحتجان بہ و ترکہ جماعة من ائمتنا ولولا حدیثہ "انا اخذوھا وشطر مالہ" لا دخلناہ فی الثقات وھو ممن استخیر اللہ فیہ** (تہذیب التہذیب ص۴۳۸ ج۱)

اور محض اس حدیث کی وجہ سے بہز کو غیر ثقہ قرار دینا اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ اسمیں عقوبت مالیہ کی اجازت دی گئی ہے جو کہ جائز نہیں تو یہ کوئی وجہ نہیں اور ابن الطلاع اور ابن حزم کی تردید خود مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادی ہے وہ فرماتے ہیں۔

وقال ابن الطلاع فی اوائل الاحکام بھز مجھول وقال ابن حزم غیر مشھور بالعدالة وھوخطأ منھما فقد وثقہ خلق من الائمة (بذل المجہود ص۱۹ ج۳)

اور امام شافعی نے بظاہر اس حدیث کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اسے حجت قرار نہیں دیا چنانچہ بذل المجہود میں ہے **وقال الشافعی لیس بحجة وھذا الحدیث لا یثبتہ اھل العلم بالحدیث ولوثبت لقلنا بہ و کان قال بہ فی القدیم** (ص۱۹ جلد۳)

جبکہ علامہ نوویؒ نے نسخ کی سختی سے تردید فرمائی ہے چنانچہ بذل المجہود میں ہے۔ **وقال البیھقی وغیرہ حدیث بھز ھذا**

منسوخ وتعقبة النووی بان الذی ادعوه من کون العقوبة کانت بالاموال فی اول الاسلام لیس بثابت ولا معروف ودعوی النسخ غیرمقبولة مع الجهل بالتاریخ (بذل المجہود ص۱۹ ج۳)

لہذا نہ اس روایت کو کسی وجہ سے معلوم قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بہز بن حکیم کو اس وجہ سے اس روایت سے تعزیر بالمال کے جواز پر استدلال صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس دلیل کے جو جوابات دیئے گئے ہیں وہ محل نظر ہیں۔

تیسری حدیث تیسری حدیث جس سے تعزیر بالمال کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے وہ سلیمان بن ابی عبداللہ کی جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے حرم میں شکار کرنے والے کے سلب کو مباح قرار دیا ہے لہذا اس کے سلب پر ہر وہ شخص قبضہ کرسکتا ہے جو اسے شکار کرتا ہوا پکڑے چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے ایک شخص کے ساتھ ایسے ہی کیا۔

حدیث یہ ہے: قال سلیمان بن ابی عبدالله قال رأیت سعد ابی وقاص اخذ رجلا یصید فی حرم المدینة الذی حرمه رسول الله ﷺ فسلبه ثیابه فجاء موالیه فکلموه فیه فقال ان رسول الله ﷺ حرم هذا الحرم و قال من وجد احد یصید فیه فلیسلبه ولا ارد علیکم طعمة اطعمنیها رسول الله ﷺ و لکن ان شئتم دفعت الیکم ثمنه وفی روایة عن مولی سعد ان سعداً وجد عبیدا من عبید المدینة یقطعون شجر المدینة فاخذ متاعهم و قال یعنی لموالیهم سمعت رسول الله ﷺ ینهی ان یقطع من شجر المدینة شئی و قال من قطع منه شیئا فلمن اخذه سلبه (سنن ابی داؤد ص۲۸۵ ج۱، مسلم ص۴۴۱ ج۱)

حرم مدینہ میں شکار کرنے والے شخص اور مدینے کے درختوں کو کاٹنے والے کے سلب کو مباح قرار دینا اس فعل پر عقوبت مالیہ ہے اور علامہ شوکانیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور امام نوویؒ نے اسی کو مختار قرار دیا ہے کہ اسے ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

قال القاضی عیاض ولم یقل به احد بعد الصحابة الا الشافعی فی قوله القدیم وخالفه ائمة الامصار قلت ولا تضر مخالفتهم اذا کانت السنة معه وهذا القول القدیم هو المختار لثبوت الحدیث فیه وعمل الصحابة علی وفقه ولم یثبت له دافع (شرح النووی علی الصحیح المسلم ص۴۴۱ ج۱ بذل المجہود ص۳۹۲ ج۹)۔

بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے لیکن یہ اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حافظ ابن حجر نے اسے رد کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ واغرب بعض الحنفیة فادعی الاجماع علی ترک الأخذ بحدیث السلب ثم استدل بذلک علی نسخ احادیث تحریم المدینة ودعوی الاجماع مردودة فبطل ما ترتب علیها قال ابن عبدالبر لو صح حدیث سعد لم یکن فی نسخ اخذ السلب ما یسقط الاحادیث الصحیحه (فتح الباری ص۸۴ ج۴)

بعض حضرات نے اسکے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ یہ ایک فدیہ ہے جو حضور ﷺ نے سلب صائد کی صورت میں مقرر فرمایا ہے لہذا اس سے تعزیر بالمال کے جواز کو ثابت نہیں کیا جا سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ فدیہ تو وہ ہوتا ہے جو کسی شخص پر اپنے اختیار سے واجب ہوتا ہے جیسا کہ حرم مکہ کے شکار کی صورت میں ہے اور یہاں تو شکاری سے اسے جبراً وصول کیا جا رہا ہے لہذا اسے فدیہ کہنا درست نہیں بلکہ یہ ایک عقوبت مالیہ ہے۔

چوتھی حدیث: تعزیر بالمال کے جواز پر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جو امام ابوداؤد نے ''ضالة الابل المكتومة'' کے بارے میں روایت کی ہے۔

روایت یہ ہے: **عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی قال فی ضالة الابل المكتومة غرامتها و مثلها معها**

اس حدیث سے گمشدہ اونٹ کو پکڑ کر چھپانے والے شخص پر اس کا ضمان اور اس کے ساتھ مزید اس کے برابر ضمان کو واجب قرار دیا گیا ہے اونٹ کا ضمان لینا تو اونٹ کی وجہ سے ہے جبکہ اس سے زائد وصول کرنا کتمان و عدم تعریف پر تعزیر بالمال ہے۔

پانچویں حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی تعزیر بالمال کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے جس میں حضور اقدس ﷺ سے ثمر معلق کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی حاجت مند شخص بقدر ضرورت ان کو کھالے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا البتہ اگر کوئی ساتھ اٹھا کر لے گیا تو اس سے ان کی دوگنی قیمت وصول کی جائیگی اور سزا بھی دی جائیگی۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ **عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله بن عمر بن العاص رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ انه سئل عن الثمر المعلق فقال من اصاب بفيه من ذی حاجة غير متخذ خبنة فلا شئی عليه و من خرج بشئی منه فعليه غرامة مثليه و العقوبة** (سنن ابی داؤد ص ۲۴۷ ج ۱، سنن نسائی ص ۲۵۹ ج ۲)

پھلوں کو ساتھ لے جانے کی صورت میں دوگنا ضمان وصول کرنا اس جرم پر عقوبت مالیہ ہے معلوم ہوا کہ عقوبت مالیہ جائز ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی کے مطابق عمل کے قائل تھے اور امام احمد رحمۃ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ مرقاۃ ص ۱۶۲ ج ۶، بذل المجہود ص ۲۷ ج ۳) میں اسکی تصریح ہے۔

بعض حضرات نے ان دونوں حدیثوں کے جواب میں بھی یہی کہا کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا اس کا تفصیلی جواب نسخ کی تحقیق میں آئیگا۔

بعض نے ان کا جواب یہ دیا ہے کہ ان میں دوگنا ضمان بطور زجر و توبیخ کے واجب کیا گیا ہے اس کا جواب یہ کہ تعزیر بالمال بھی بطور

زجر کے ہی ہوتی ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ چونکہ یہ احادیث خلاف قیاس وارد ہوئی ہیں کیونکہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ نفس مال سے زائد ضمان واجب نہ ہولہذا ان کو اپنے مورد پر ہی بند رکھا جائیگا اس کا جواب یہ ہے کہ حدیثوں کے الفاظ ایک خاص واقعہ پر ہی وارد ہوئے ہیں لیکن اتنی بات دیگر احادیث سے واضح ہے کہ امام کو بھی رعایہ کے اموال پر ولایت حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ حسب مصلحت ان میں تصرف کرسکتا ہے لہذا اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے ان خاص الفاظ کو دوسری صورتوں کی طرف بھی متعدی کیا جاسکتا ہے۔

چھٹی حدیث تعزیر بالمال کے جواز پر حضرت عوف بن مالکؓ کی روایت سے بھی استدلال کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حمیر کی ایک شخص نے دشمن کے کسی شخص کو مار کر اس کے سلب پر قبضہ کرنا چاہا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو کہ ان کے والی تھے اس سے منع فرمادیا عوف بن مالک نے اس کی خبر حضور اقدس ﷺ کو کردی تو آپ ﷺ نے حضرت خالد کو حکم دیا کہ سلب قاتل کے حوالے کیا جائے اس کے بعد حضرت خالدؓ سے عوف بن مالک کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت خالد کی چادر کھینچ کر کہا کہ میں نے تمہارے ارادے کو کامیاب نہیں ہونے دیا آپ ﷺ کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو سختی سے روک دیا کہ سلب ہرگز قاتل کو نہ دیا جائے۔

وعن عوف بن مالک قال قتل رجل من حمير رجلا من العدو فأراد سلبه فمنعه خالد بن الوليد وكان واليا عليهم فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم عوف بن مالک فاخبره فقال لخالد ما منعک ان تعطيه سلبه قال استكثرته يا رسول الله ﷺ قال ادفعه اليه فمر خالد بعوف فجر بردائه ثم قال هل انجزت لک ما ذكرت لک من رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستغضب فقال لا تعطه ياخالد لا تعطه يا خالد هل انتم تاركوا لى امرائى انا مثلكم و مثلهم كمثل رجل استرعى ابلا او غنما فرعاها ثم تحين سقيها فاوردها حوضا فشرعت فيه فشربت صفوه و تركت كدره فصفوۀ لكم و كدره عليهم (صحیح مسلم ص۸۸ ج۲)

ساتویں حدیث: عمرو بن شعیب کی اس حدیث سے بھی تعزیر بالمال کا جواز ثابت کیا گیا ہے جس میں متاع الغال کی تحریق کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے ہی یا' حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده " ان رسول الله ﷺ و ابا بكر وعمر حرقوا متاع الغال و ضربوه'

و جاء فی روایة عن صالح بن محمد بن زائدة قال ابو داؤد وصالح هذا ابو واقد قال دخلت مع مسلمة ارض الروم فاتی برجل قد غل فسال سالماً عنه فقال سمعت ابی یحدث عن عمر بن الخطاب عن النبی ﷺ اذا وجدتم الرجل قد غل فا حرقوا متاعه واضربوه قال فوجدنا فی متاعه مصحفا فسال سالما عنه فقال بعْه و تصدق بثمنه وجاء فی حدیث عن صالح بن محمد قال غزونا مع الولید ابن هشام ومعنا سالم بن عبد الله بن عمر وعمر بن عبدالعزیز فغل رجل متاعاً فامر الولید بمتاعه فاحرق و طیف به ولم یعطه سهمه قال ابو دائود و هذا صح الحدیثین رواه غیر واحد ان الولید بن هشام احرق رحل زیاد ابن سعد وکان قد غل و ضربه (سنن ابی داؤد ص۱۵ ج۲)

اس سے ثابت ہوا کہ غلول کی سزا کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ اور آپ کے بعد حضرات شیخین اور ولید ابن ھشام نے حضرت سالم وحضرت عمر بن عبدالعزیز کی موجودگی میں غال کے مال کو جلایا اور اسے مارا بھی 'غلول کی سزا میں اس کے مال کو جلانا تعزیر بالمال ہے لہذ اس سے تعزیر بالمال کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

اس روایت کے جواب میں کہا گیا ہے کہ اسے دوسندوں سے روایت کیا گیا ہے ایک میں صالح بن محمد بن زائدہ ہے جسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث، منذری نے متکلم فیہ قرار دیا ہے اور یہ ہے بھی اس روایت میں متفرد کیونکہ غال کے بارے میں اور بہت سی روایات وارد ہیں جن میں تحریق متاع کا ذکر نہیں۔ جبکہ دوسری سند میں زہیر بن محمد ہے جسے مجہول قرار دیا گیا ہے لہذا اس روایت سے استدلال درست نہیں اور اگر یہ روایت قابل احتجاج بھی ہوتو یہ منسوخ ہے (بذل المجہود ص ۳۴، ۳۵ ج ۴' نیل الاوطار ص ۱۸ ج ۷)

اس کا ایک جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ گو یہ روایت ضعیف ہے لیکن دوسری بہت سی روایات جو تعزیر بالمال کے جواز پر دال ہیں اور وہ اس کی تائید کرتی ہیں لہذا اس سے استدلال ہوسکتا ہے۔

دوسرے اس روایت کو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخراج میں ذکر کر کے اس سے غال کے مال کو ضبط کرنے پر استدلال کیا ہے اور قاعدہ ہے کہ کسی مجتہد وفقیہ کا کسی حدیث سے استدلال اس کی صحت کی دلیل ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ آپ ﷺ نے متاع غال کو نہیں جلایا، ہوسکتا ہے وہ ایسے غال کے بارے میں ہو جو تائب ہو کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو، اور جن میں تحریق کا ذکر ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہوں جسے غلول کے پکڑا گیا ہو اور سامان اس کے پاس موجود ہو، ابھی اس نے توبہ نہ کی ہو لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں (مرقاۃ المفاتیح ص ۵۳ ج ۸)

اور یہی بات زیادہ دل کو لگتی ہے کیونکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہے کہ جہاں وہ مناسب سمجھے اس مجرم کو اس قسم کی سزا دے اور جہاں مناسب سمجھے اس سے کم سزا دے۔

اس کے علاوہ بھی کئی احادیث سے تعزیر بالمال کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے جن میں حضرت سلمہ بن الاکوع کی وہ روایت بھی ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے حمر اھلیہ کے گوشت والے برتنوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا ہے اور وہ حدیث بھی شامل ہے جن میں حضور اقدس ﷺ نے دنان خمر کو توڑنے اور زقاق خمر کے شق کا حکم بھی دیا۔ اور بعض مواقع میں بذات خود ایسے کیا اور وہ حدیث بھی شامل ہے جس میں حضور اقدس ﷺ سے حریسۃ الجبل کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضور اقدس ﷺ نے اس پر دوگنا ثمن واجب قرار دے دیا۔

ان تمام احادیث کی تفصیل نیل الاوطار ۲۷۹/۵، ۳۳۲/۴ اور الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہؒ ۴۹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تعزیر بالمال کے بارے میں خلفاء راشدینؓ کے اثار

جس طرح تعزیر بالمال کے جواز پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں ایسے ہی خلفاء راشدین کے بے شمار ایسے آثار بھی ملتے ہیں جن میں انہوں نے یا خود تعزیر بالمال کی سزا دی یا اس کا حکم جاری فرمایا ان میں سے چند بطور نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلا اثر امام ابوداؤد کی حدیث ماقبل میں گزر چکی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ و حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنھما نے غال کے سامان کو جلایا۔

دوسرا اثر "مصنف عبد الرزاق اور المحلی بن حزم" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ اثر بھی نقل کیا گیا ہے جس میں ہے کہ عبد الرحمٰن ابن حاطب کے غلاموں نے مزینہ کے ایک شخص کی اونٹنی چوری کر کے ذبح کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو پہلے ان کے ہاتھ کاٹے پھر اونٹنی والے سے اس کی قیمت پوچھی تو اس نے بتایا کہ چار سو درہم اس کی قیمت ہے۔ آپ نے ان سے آٹھ سو درہم وصول کر کے اونٹنی کے مالک کو دیئے۔

ابن حزمؒ نے اس اثر کے بارے کے بارے میں فرمایا ہے۔ **فھذا اثر عن عمر کالشمس** (مصنف عبد الرزاقؒ ج ۱۰، ص ۲۳۹ المحلی ۳۲۵/۱۱ بیروت)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ **قلت اصل ذالک ان عمر کان یعزر بالمال و فی ذلک احادیث کثیرۃ مرفوعۃ و موقوفۃ** (ازالۃ الخفاء ۱۲۰/۲)

تیسرا اثر علامہ شامی نے رد المحتار میں امام ابو عبید نے "کتاب الاموال" میں اور علامہ ابن تیمیہؒ نے الحسبۃ میں حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے کہ آپ نے رویشد ثقفی (جو شراب بیچتا تھا) کا گھر جلا دیا اور فرمایا ''کہ تو ''رویشد'' نہیں بلکہ فویسق ہے۔علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ حنفیہ کے امام صفار زاہدی بھی اسی کے قائل تھے کہ کسی سبب فسق کیوجہ سے فاسق کے گھر کی تخریب جائز ہے اور علامہ ابن تیمیہؒ نے امام مالکؒ سے بھی اس کا جواز نقل فرمایا ہے (دیکھیے ردالمحتار ۴/۶۵۔ لحسبۃ ۵۲۔کتاب الاموال ۱۲۵)

چوتھا اثر ابن تیمیہ نے مدونہ کے حوالہ سے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور سزا کے ملاوٹ والے دودھ کو مالک سے لیکر گرادیتے تھے۔(الحسبۃ ص ۵۲)

پانچواں اثر نیل الاوطار اور الحسبۃ میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنا محل بنایا اور اس میں بیٹھ کر فیصلے کرنے لگے تو عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کو بھیجا کہ ان کے محل کو جلا دو چنانچہ انہوں نے جا کر اسے جلا دیا۔(نیل الاوطار ۴/۱۰۵۔الحسبۃ ۵)

چھٹا اثر تبصرۃ الحکام اور نیل الاوطار میں حضرت عمرؓ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ حرم میں قتل کرنے والے پر عام دیت سے ہٹ کر سخت قسم کی دیت واجب کیا کرتے تھے۔(تبصرۃ الحکام ۲/۲۰۳، نیل الاوطار ۴/۱۰۵)

ساتواں اثر ابن حزم نے ''محلی'' میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے محرم کی اونٹنی کو ہلاک کر دیا تھا تو آپ نے اونٹنی کے ثمن سے ایک ثلث زائد مالک کو دلوایا تھا۔امام زہری اس اثر کی وجہ سے اس کے قائل تھے کہ حرم میں اگر کسی کا مال عمداً ہلاک کیا جائے تو ایک ثلث زائد ثمن وصول کیا جائے گا ابن حزم نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے:

فھذا اثر فی غایۃ الصحۃ عن عثمان رضی اللہ عنہ ولا یعرف لہ فی ذلک مخالف من الصحابۃ رضی اللہ عنھم (المحلی لا بن حزم ۱۱/ ۳۲۵)

آٹھواں اثر ابن تیمیہؒ نے علامہ ابو عبید کے حوالے سے حضرت علیؓ کا اثر نقل کیا ہے کہ آپ نے پوری بستی کو جلانے کا حکم دیا تھا جس میں شراب بیچی جاتی تھی، علامہ شوکانی نے حضرت علیؓ کے بارے میں نقل فرمایا ہے کہ آپ نے محتکر کے غلہ کو جلایا اور جریر بن عبداللہ کے گھر کو گرایا اور خمر کے تاجروں کے گھر کو جلایا (الحسبۃ لابن تیمیہ ۵۷، نیل الاوطار ۴/۱۰۵)

اس کے علاوہ علامہ صحابہ کرامؓ کے بہت آثار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعزیر بالمال کو جائز قرار دیتے تھے ان تمام آثار سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اگر امام مصلحت اس میں سمجھے کہ مجرم کو کوئی مالی سزا دے تو اسے اس کی اجازت ہے۔

دعوی نسخ کی تحقیق جو حضرات تعزیر بالمال کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کی طرف سے ادلہ جواز کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ جواز کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا لہذا اب تعزیر بالمال جائز نہیں یہ جواب تقریباً تمام حضرات نے نقل فرمایا ہے جس کی تفصیل نقل مذاہب کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو نسخ کا دعویٰ درست معلوم نہیں ہوتا اس وجہ سے کہ ناسخ کیلئے ضروری ہے کہ وہ منسوخ سے متاخر ہو اور تاخیر کا علم یا تو شارع کی تصریح سے معلوم ہو سکتا ہے، یا تاریخ کے علم سے، یا صحابی کے قول سے، یا دلالت اجماع سے، چنانچہ علامہ نووی، علامہ حازمی اور علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اس کی تصریح کی ہے امام نووی فرماتے ہیں:

والمختار ان النسخ رفع الشارع حکماً منه متقدما بحکم منه متاخرا ، فمنه ما عرف بتصریح رسول الله ﷺ ککنت نهیتکم عن زیارة القبور فزروها. و منها ما عرف بقول الصحابی "ککان آخر الامرین من رسول الله ﷺ ترک الوضوء مما مست النار. و منه ما عرف بالتاریخ. و منه ما عرف بدلالة الاجماع کحدیث قتل شارب الخمر فی الرابعة. والاجماع لا ینسخ ولا ینسخ و لکن یدل علی النسخ (تدریب الراوی علی التقریب للنووی ۲/۱۹۰' الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الاخبار ۷ مقدمة اعلاء السنن ۳۲)

اور زیر بحث مسئلہ میں نہ تو شارع کی کوئی تصریح ملتی ہے نہ صحابی کا قول ملتا ہے بلکہ اس کے خلاف صحابہ کا عمل موجود ہے اور نہ تاریخ کا علم ہے اور نہ ہی اجماع کا دعویٰ صحیح ہے اسی وجہ سے علامہ نووی نے نسخ کی تردید فرمائی ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں: و اجابو هم و الشافعی والبیهقی فی معرفة السنن والاثار عن حدیث بهز بن حکیم بانه منسوخ وانه حین کانت العقوبة بالمال کما ذکره المصنف و هذا الجواب ضعیف لوجهین احدهما انما داعوه من کون العقوبة بالاموال فی اول الاسلام لیس بثابت ولا معروف والثانی ان النسخ ایضاً یصار الیه اذا علم التاریخ ولیس هناک علم بذلک (شرح المهذب ۵/۳۰۴)

اور روضہ المفتین میں فرماتے ہیں: و اما جواب من اجاب من اصحابنا بانه منسوخ فضعیف فان النسخ یحتاج الی دلیل ولا قدرة لهم علیه هنا (روضة المفتیین ۲/۲۰۹)

ایسے ہی علامہ ابن تیمیہ وابن قیم نے دعویٰ نسخ کی تردید فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

ومن قال ان العقوبات المالیة منسوحة واطلق ذلک عن اصحاب مالک و احمد فقد غلط علی مذهبهما ومن قاله مطلقا من ای مذهب کان فقد قال قولا بلا دلیل ولم یجئی عن النبی ﷺ شئی قط یقتضی انه حرم جمیع العقوبا ت المالیة بل اخذ الخلفاء الراشدین و اکابر اصحابه بذالک بعد موته دلیل علی ان ذلک محکم غیر منسوخ (الحسبة ۵۰،الطرق الحکمیه ۲۴۶)

متاخرین فقہاء میں علامہ علاؤ الدین طرابلسی اور فقہاء مالکیہ میں علامہ ابن فرحون مالکی نے بھی نسخ کی سختی سے تردید فرمائی ہے

چنانچہ ملاحظہ ہو (معین الحکام ۲۳۱، تبصرہ الحکام ۲۰۳ ج ۲)

حنابلہ میں سے ابن قدامہ نے بھی نسخ کی نفی فرمائی ہے اور اسے تین وجہ سے غلط قرار دیا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ نسخ پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے جبکہ اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ ثمر معلق کی چوری کی صورت میں جہاں غرامۃ المثلین کا حکم دیا گیا ہے وہاں اسی حدیث میں اس کے نصاب تک پہنچنے کی صورت میں قطع ید کا حکم بھی ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ قطع ید منسوخ نہیں۔ جب حدیث کا ایک حصہ منسوخ نہیں تو دوسرا حصہ بھی بظاہر منسوخ نہیں ہوگا۔ تیسرے اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے مطابق فیصلہ فرمایا ہے اگر یہ حکم منسوخ ہوتا تو حضرت عمر کیوں فیصلہ فرماتے؟

عبارت درج ذیل ہے: **واعتذر بعض اصحاب الشافعي عن هذا الخبر بانه كان حين العقوبة بالاموال ثم نسخ ذلک ولنا قول النبي ﷺ وهو حجة لا تجوز مخالفته الابمعارضة مثله او ا قوى منه وهذا الذى اعتذر به هذا القائل دعوى النسخ بالا حتمال من غير دليل عليه وهو فاسد بالا جماع. ثم هوفاسد من وجه اخر لقوله ومن سرق منه شيئا بعد ان يوء يه البحرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع فقد بين وجوب القطع مع ايجاب غرامة مثليه و هذا يبطل ما قاله وقد احتج احمد بان عمر اغرم حاطب بن ابى بلتعة حين انتحر غلمانه ناقة رجل من مزنية مثلى قيمتها وروى الاثرم الحديثين فى سننه (المغنى لا بن قدامه ۸/ ۲۵۹)**

علاوہ ازیں خلفاء راشدین کا اس پر کثرت سے عمل بھی اس کے نسخ کے دعوے کی نفی کرتا ہے کیونکہ اگر یہ حکم منسوخ ہوتا تو خلفاء راشدین ہرگز اس پر عمل نہ کرتے یا ان کے عمل پر کم از کم کوئی تو نکیر کرتا جبکہ کسی بھی صحابی کی نکیر ثابت نہیں۔

مانعین جواز کی طرف سے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تعزیر بالمال ابتداء اسلام میں جائز تھی اور حضرت عمرؓ کے دور تک اس پر عمل ہوا۔ اس کے بعد اجماع منعقد ہو گیا کہ کسی کا مال اس کی رضا کے بغیر جائز نہیں۔ لہذا تعزیر بالمال جائز نہیں جیسا کے ابن رشد اندلسی نے فرمایا ہے ان کی عبارت یہ ہے۔ **لا ياخذ به مالک ولا يرى القضاء به اذ لا يرى العقوبات فى الاموال لان العقوبات فى الاموال امر قد كان فى اول الاسلام من ذالک ما روى عن النبي ﷺ فى مانع الزكوة و حكم به عمر بن الخطاب ثم انعقد الاجماع بان ذالک لا يجب** (البیان والتحصیل ۲۷۸/۱۶)

لیکن یہ بات بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی ایک تو اس وجہ سے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اجماع منعقد ہو چکا ہوتا تو حضرت عثمان و حضرت علیؓ کے دور میں اس پر عمل نہ ہوتا جبکہ ان کے دور میں اسپر عمل ہوا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ دوسرے اس وجہ سے کہ اگر اس پر اجماع منعقد ہوتا تو کوئی امام اس کا قائل نہ ہوتا جبکہ مانعین بھی متعدد مواقع میں اس کے جواز کے قائل ہوتے ہیں اور متعدد ائمہ علی الاطلاق اس

کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ پیچھے گزرا۔اور حقیقت یہ ہے کہ کسی کا مال غیر کے لئے کسی سبب کے بغیر کسی بھی شریعت وملت میں حلال و مباح نہیں قرار دیا گیا جیسا کہ فتح القدیر میں علامہ ابن الھمام نے فرمایا ہے **ولذا لم تبح الاموال والاعراض و الزنا و السكر فى ملة من الملل (فتح القدير ۵ / ۲)**

اور قرآن وحدیث کے عمومی نصوص اس پر وارد ہیں اور اجماع بھی اسی پر ہے کہ بغیر کسی شرعی سبب کے کسی کا مال دوسرے کے لئے حلال نہیں اور جو احادیث وآثار تعزیر بالمال کے جواز پر دال ہیں وہ ان عمومات کے لئے مخصص ہیں کہ ویسے تو کسی کا مال دوسرے شخص کے لئے حلال نہیں لیکن اگر وہ کوئی جنایت کرے اور امام اس میں مصلحت سمجھے کہ اسے کوئی مالی سزا دی جائے تو اسے اس بات کی اجازت ہے لہذا اجماع درحقیقت تعزیر بالمال کے عدم جواز پر نہیں بلکہ اس پر ہے کہ بغیر کسی سبب کے شرعی کے کسی کا مال لینا یا اس میں تصرف کرنا کسی کے لئے جائز نہیں اور تعزیرا کسی کا مال لینا یہ سبب شرعی کی وجہ سے ہے نہ کہ بغیر کسی سبب کے۔

خلاصه بحث:- پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تعزیر بالمال کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم ہے تعزیر باتلاف المال، اس کی تو تقریبا تمام فقہاء نے اجازت دی ہے۔دوسری قسم ہے تعزیر باخذ المال، پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔پہلی صورت یہ ہے کہ مجرم کی جنایت کسی خاص شخص کے مال میں ہو اور امام کسی مصلحت سے مجرم سے اصل مال سے زائد مال وصول کر کے مالک کو دے دے، دوسری صورت یہ ہے کہ مجرم کی جنایت کسی ایسے مال میں ہو جس میں عامۃ الناس کا نقصان ہے مثلا مال غنیمت میں سے چوری کرے، بیت المال سے چوری کرنا یا ملاوٹ وغیرہ کرنا۔ایسی جنایت پر امام حسب مصلحت مجرم سے زائد مال وصول کر کے بیت المال میں جمع کر دے اور مفاد عامہ پر خرچ کرے۔تعزیر باخذ المال کی ان دونوں صورتوں کو اکثر فقہاء نے ناجائز قرار دیا ہے اور اس کے عدم جواز پر انہوں نے عام نصوص سے استدلال کیا ہے جو ایک عام مسلمان کے مال کی حرمت پر دال ہیں اور انہوں نے ان احادیث کو جو تعزیر باخذ المال کے جواز پر دال ہیں یا تو ضعیف قرار دیا ہے یا منسوخ۔اور اس کے عدم جواز پر اجماع نقل کیا ہے جبکہ متعدد فقہاء نے تعزیر کی دونوں قسموں یعنی تعزیر باتلاف المال اور تعزیر باخذ المال کو جائز قرار دیا ہے اور اس پر انہوں نے متعدد احادیث مرفوعہ اور موقوفہ اور اثار صحابہ سے استدلال کیا ہے اور مانعین کے ادلہ کی تخصیص کی ہے اور دعویٰ نسخ واجماع کو رد کیا ہے۔

ترجیح:- فریقین کے دلائل میں غور کرنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر چند شرائط کے ساتھ مجوزین کی رائے کو ترجیح دے دی جائے اور اس پر فتویٰ دے دیا جائے کہ تعزیر بالمال کی دونوں قسمیں یعنی تعزیر بالاتلاف اور تعزیر بالاخذ کی اجازت ہے تو کئی وجوہ سے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے یہ وجوہ درج ذیل ہیں۔

الف: پہلی وجہ یہ ہے کہ مانعین نے اس کی عدم جواز کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور بغیر کسی سبب شرعی کے کسی

کا مال لینا بالاجماع ناجائز ہے لیکن یہ وجہ کئی اعتبار سے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔

(۱) اس وجہ سے کہ نسخ اس وقت درست ہوتا ہے جب کہ ناسخ کا موخر ہونا یقیناً معلوم ہو اور یہ بات معلوم نہیں جیسا کہ علامہ نووی وعلامہ ابن قدامہ نے تصریح فرمائی ہے۔

(۲) اس وجہ سے کہ یہ احادیث کثیر مرفوعہ وموقوفہ سے ثابت ہے اور خلفاء راشدین کا کثرت سے اس پر عمل بھی دعوع نسخ کے خلاف ہے۔

(۳) خلفاء راشدین کے اس عمل پر کسی کی نکیر بھی ثابت نہیں جو کہ عملاً اس کے جواز پر اجماع بنتا ہے۔

(۴) متعدد فقہاء کا اس کے جواز کا قول کرنا بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ منسوخ نہیں اور اس کے عدم جواز پر اجماع نہیں۔

(۵) غالبا نسخ سے مانعین جواز کی مراد یہ ہے کہ ایک انتظامی فتویٰ کی وجہ سے اسے ناجائز قرار دیا گیا ہے تاکہ حکمران لوگوں کے اموال پر ناجائز قبضہ نہ کرنے لگیں جیسا کہ علامہ طحطاوی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ عبارت یہ ہے: **قولہ ثم نسخ) لئلا یکون ذریعة الی اخذ الظلمة اموال الناس بغیر حق ابو السعود** (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر ۴۱۱/۲)

(ب) دوسری وجہ یہ ہے کہ جن دلائل سے اس کے عدم جواز پر استدلال کیا گیا ہے ان میں اور جو جواز پر دلالت کرتے ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ دلائل منع اس شخص کے بارے میں ہیں جس نے کوئی جرم نہ کیا ہو اور بغیر کسی وجہ کے اس کا مال لے لیا جائے اور دلائل جواز مجرم کے بارے میں ہیں اور قرینہ اس کا حضور اقدس ﷺ وصحابہؓ کا عمل ہے لہذا جواز کی صورت میں نہ کسی حدیث کو ضعیف کہنے کی ضرورت پڑے گی اور نہ کسی کے نسخ کا قول کرنا پڑے گا بلکہ دونوں قسم کے دلائل پر عمل ہو جائے گا۔

(ج) تیسری وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات مجرم باز ہی عقوبت مالیہ سے آتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے باز آنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات مالی سزا جسمانی سزا سے زیادہ موثر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ارشاد فرمایا ہے: (**اقول انما امر بغرامة المثلین لانه لا بدله من ردع وعقوبة مالیة و بدنیة فان الانسان ربما یرتدع بالمال اکثر من الم الجسد وربما یکون الامر بالعکس فجمع بین ذالک** (حجۃ اللہ البالغۃ ۱۶۳/۱ ۔ کذا فی معالم السنن ۱۵۰/۳)

(د) چوتھی وجہ یہ ہے کہ جن حضرات نے اس کی اجازت دی ہے وہ مبتلی بہ ہیں کیونکہ خلفاء راشدین اور امام ابو یوسف کو اس میں ابتلاء رہا ہے اور قاعدہ ہے کہ مبتلی بہ کی رائے زیادہ وزنی ہوتی ہے لہذا اس وجہ سے بھی جواز کے قول پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔

(ھ) پانچویں وجہ یہ ہے کہ تعزیر بالاتلاف تقریبا تمام حضرات کے ہاں جائز ہے جب تعزیر بالاتلاف جائز ہے جس میں مال بالکل ضائع ہو جاتا ہے تو تعزیر بالاخذ کیوں جائز نہیں جسمیں مال مصالح عامہ پر خرچ ہوتا ہے۔

چونکہ تعزیر بالمال کے مطلقاً جواز پر متعدد فقہاء متاخرین مثلاً صاحب خلاصہ الفتاویٰ علامہ علاؤ الدین طرابلسی، علامہ ابن الشحنہ اور علامہ ابن فرحون مالکی وغیرہ نے بھی فتویٰ دیا ہے لہذا اگر جواز کا فتویٰ دے دیا جائے تو یہ تفرد بھی نہیں ہوگا اور اس کی ضرورت بھی ہے کیونکہ اس میں ابتلا بھی ہے کہ تقریباً ہر قانون میں تعزیرات مالیہ کی اجازت دی گئی ہے جس کی وجہ سے اس سے بچنا مشکل ہو گیا ہے۔

شرائط جواز:- مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر تعزیر بالمال کی اجازت تو دی جاسکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی چند شرائط کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے جو فقہاء کی عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) اس کا اختیار امام اعظم جیسے آج کل ہمارے دور میں صدر اور وزیر اعظم ہیں یا قضاۃ یعنی عدالتوں کے ججوں کو حاصل ہے جن کے پاس اس جیسی سزا کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے ہر منتظم کو اس کا اختیار حاصل نہیں الا یہ کہ مذکورہ بالا حضرات کی طرف سے انہیں اختیار دیا گیا ہو۔ لہذا ہمارے زمانے میں پولیس انتظامیہ کو اس کا اختیار حاصل نہیں الا یہ کہ قانون انہیں اس کی اجازت دیتا ہو اور عام اداروں کے سربراہوں کو تو اس کا اختیار کسی صورت میں نہیں۔

(۲) اس سزا میں حکمرانوں کی کوئی اپنی غرض کارفرما نہ ہو بلکہ مصلحت عامہ کی وجہ سے مکمل دیانتداری سے اس نے اس سزا کا فیصلہ کیا ہو۔

(۳) جرم مالی نوعیت کا ہو مثلاً ملاوٹ، کسی کے مال میں تصرف، قومی خزانہ سے چوری یا اس میں خیانت وغیرہ، یا کسی قومی ملکیت کو نقصان پہنچانا اور امام کو بالیقین یا گمان غالب ہو کہ مجرم کے باز آنے کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہیں۔

(۵) بطور جرمانہ لی ہوئی رقم قومی خزانے کے اندر داخل کر کے اسے مصالح عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا ضروری ہے کسی حاکم کے لئے اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ کسی سے جرمانہ لیکر اپنے قبضہ میں لے آئے اور اپنی ضروریات میں خرچ ڈالے۔

هذا ما ظهر لى والله سبحانه و تعالىٰ اعلم و علمه اتم